ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ مسعودیہ
۲/۶ ، ۵-ای ، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان

ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت مفتیِ اعظم ہند
علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ مسعودیہ کراچی
۲/۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی

نام کتاب .... ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف .... حضرت مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی

مرتب .... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سن اشاعت .... ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

ناشر .... ادارۂ مسعودیہ، کراچی

ہدیہ ....

ملنے کے پتے

☆☆☆

۱۔ ادارۂ مسعودیہ: ۲/۶،۵۔ای ناظم آباد، کراچی۔فون 6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔ضیاء منزل (شوگن مینشن)

محمد بن قاسم روڈ آف ایم،اے، جناح روڈ، عیدگاہ کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ فرید بک اسٹال: 38۔اردو بازار، لاہور، فون:042-7224899-7312173

۴۔ ضیاء القرآن: 4۔انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی فون:2630411-2210212

۵۔ مکتبہ غوثیہ: پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵

فون:4910584-4926110

۶۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم: کنڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ناموسِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ۙ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَ تُعَزِّرُوۡہُ وَتُوَقِّرُوۡہُ ؕ (الفتح : ۸-۹)

ترجمہ : "ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کرکے بھیجا تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔"

اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں تو سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی ایسا مستحق نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تعظیم کا استحقاق رکھتا ہو خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کی بعثت کی غرض ہی یہ ہو کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے کلام کے تحت میں جہاں یہ بتلایا ہے کہ اس ذات کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لایا جائے وہاں یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ بھی غرض ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے سلمان صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا۔

وما خلقت خلقا اکرم علیّ ولقد خلقت الدنیا واھلھا

لاعرفهم كرامتك ومنزلتك عندي ولولاك ماخلقت الدنيا
یعنی میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے بہتر ہو اور
یقین جانیے کہ میں نے دُنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ
ان کو آپ کی بزرگی اور مرتبہ معلوم کرادوں جو آپ کا میرے نزدیک ہے۔
اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا۔ (مواہب لدنیہ)

اور اسی ضمن میں صاحب رُوح البیان نے آپ کے علم پر کچھ روشنی ڈالی تھی کہ چونکہ آپ سب سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے بعد تمام مخلوق پیدا کی گئی تو مخلوق میں سے ایسی کوئی شے باقی نہ رہی جو آپ کے علم میں نہ آئی ہو۔ یہ معنی ہماری سمجھ میں آنا بہت دُشوار ہیں۔ اس کو تو وہی اہلِ باطن خوب سمجھ سکتے ہیں جن کی چشمِ بصیرت روشن ہے۔ چنانچہ ابریز شریف میں صاحبِ کتاب اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے :-

رُوحی امتیاز میں سب سے زیادہ قوی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس رُوح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ رُوح پاک عرش اور عالم کی بلندی و پستی پر اور دُنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے۔ لان ذالك خلق لاجله اس لئے کہ یہ سب اسی ذات مجمع الکمالات کے لئے ہی تو پیدا کی گئی ہے۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے۔ آپ کو اجرام سمٰوٰت کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے، کیوں پیدا کئے گئے اور آخر کیا ہو جائیں گے۔ آپ کو ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے ہیں اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردے

کے فرشتوں کی بھی تمیز ہے۔ عالم علوی، اجرام نیرہ، ستاروں، سورج، چاند، لوح وقلم، برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب ہی تو معلوم ہیں اسی طرح تمام جہانوں کا علم ہے۔"

پھر بعض شبہات کا ازالہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں،

ولیس فی ھذا مزاحمة للعلم القدیم الازلی الذی لانھایة لمعلومات وذٰلك لان ما فی العلم القدیم لا ینحصر فی ھذہ العوالم فان اسرار الربوبیة واوصاف الالوھیة التی لا نھایة لھا لیست من ھذا العالم فی شیء۔

یعنی "یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر کر دیا ـــــ اس لئے کہ) اس علم کو ذاتِ باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کی معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کہ علم قدیم کی معلومات صرف اسی عالم میں منحصر نہیں اس لئے کہ اسرار ربوبیت اور اوصافِ الوہیت جن کی کوئی انتہا ہی نہیں وہ اس عالم سے ہیں ہی نہیں۔"

یہ ہیں قطب الواصلین غوث العارفین حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کے کلمات طیبات جن کی ولایت کا اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء میں سے ہر عالم کو اعتراف ہے اور اولیائے کرام کی گردنیں ان کے سامنے جھکی ہوتی ہیں۔ یہ بزرگ اس حدیث کا تو بیان فرمارہے ہیں جس میں ارشاد فرمایا کہ :-

عَلِمتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونَ ۔

یعنی جو ہو چکا، جو ہونے والا ہے، سب ہی کا مجھے علم دیا گیا ہے۔

(ب)

میرا مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ زیادہ بیان کرنا نہیں۔ صاحب رُوح البیان نے آیہ کریمہ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ الخ کی تفسیر کے ضمن میں کچھ اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اسی سلسلے میں دو ایک شواہد میں نے بھی بیان کر دیئے۔ اصل مقصود تو میرا یہ ہے کہ میں یہ بتلاؤں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس لئے ہوئی تھی کہ موجوداتِ عالم ان کی عزت و توقیر کرے تو پھر ان کی عزت و توقیر کیا کی گئی ؟ لیکن یاد رکھئے کہ جب تک کسی کی عظمت کا علم نہ ہو اس کی عزت و توقیر نہیں کی جا سکتی تو انسان اور جنات کو تو قوتِ مدرکہ دے کر اس کا امتحان مقصود ہے کہ اس وقت سے ان کی عظمت کا علم حاصل کر کے ان کی عظمت و توقیر کی جائے تو ان میں سے جن کو اس کا علم حاصل ہو گیا انہوں نے تو قدر و منزلت آپ کی کی اور باوجود اس کے اگر ان سے کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں لغزش واقع ہوئی تو ان کے مولیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہہ فرما دی جاتی کہ دیکھو جس غرض سے ہم نے تم کو اپنا حبیب عطا کیا ہے اس کی پوری رعایت رکھو اور اس پر زجر و توبیخ بھی نازل کی جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کچھ بلند آواز سے بات کہی تو غیرتِ الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات ۱ : ۲)

یعنی اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور بات کرو

تو اس طرح آواز سے بات نہ کرو جس طرح آپس میں بات کرتے ہو کہیں
تمہارے اعمال ملیا میٹ نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھالی کہ اب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی چھپکے سے راز کی بات کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر آہستہ بات کرنے لگے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ثابت بن قیس کی یہ حالت ہوئی کہ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے میرے سب اعمال اکارت گئے۔ اس حالت میں کہیں عاصم بن عدی کا اُدھر سے گزر ہوا۔ پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہا، "مجھے یہ خوف گزر رہا ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے نازل ہوئی ہے کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے۔" عاصم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "ان کو میرے پاس لاؤ۔" جب وہ حاضر ہوئے تو شفقت کے انداز میں فرمایا، "کیوں ثابت تمہیں کس چیز نے رُلایا؟" عرض کیا "حضور میری آواز بلند ہے میں ڈر رہا ہوں کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے"۔ ارشاد فرمایا، "نہیں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور جب قتل کئے جاؤ تو اچھی حالت کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔" عرض کیا، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے راضی ہوں۔ اب کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند نہ کروں گا۔"

غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بات پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند ہو جانے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کی تمام عمر کی جانفشانیاں حبط اور اکارت ہو جائیں اور وہ بھی ایسے اعمال میٹ دیئے جائیں جن میں کسی ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے۔ تو قیاس کیجئے کہ اس سے اونچی بے ادبیوں کی کیا سزا ہو گی۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود تو یہ درخواست تھی نہیں، پھر کیا بات

تھی کہ اتنی سی بات پر ایسی سخت وعید ؟ معلوم ہوا کہ غیرتِ الٰہی اس کی مقتضی تھی کہ میرے حبیب کی کسر شان کسی قسم سے ہونے نہ پائے اور صحابہ بھی ہمیشہ خائف ترساں اور لرزاں رہے کہ کہیں ایسی حرکت صادر نہ ہو جائے جس سے غیرتِ الٰہی جوش میں آجائے پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو کیا ان کی محبوبیت میں فرق آگیا ؟ اور غیرتِ کبریائی میں معاذ اللہ کچھ تغیر واقع ہو گیا ؟ وہ کون مسلمان ہے جو صفات الٰہیہ میں کسی قسم کے تغیر کی گنجائش روا رکھتا ہو ؟ ہماری نظر سے وہ روپوش ہیں، اُنکی نظر سے تو ہم روپوش نہیں ؟ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیت مذکورہ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون کو پیش نظر رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر و باطن میں ویسا ہی مؤدب رہے جیسے صحابہ کا حال رہا۔ یہ نہ خیال کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ادب اب بھی فرض ہے اور آپ کی بے ادبی کفر۔ کہ غیرت الٰہی اس بات کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ ان کو ان کا نام لے کر بھی پکارا جائے۔ چنانچہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور، ٦٣)

یعنی مسلمانو! رسول کا پکارنا اپنے درمیان ایسا نہ ٹھہرالو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ و قولوا لہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔

فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کا نام لے کر پکارتا ہے ولیکن ان کی توقیر و تعظیم کرو اور یوں پکارو یا رسول اللہ ! یا نبی اللہ !"

طرز یہ کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام کیساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا تو یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ ؛ یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ ؛ یٰسٓ ؛ یَآاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ! یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کے ساتھ کہ جو یا تو صفاتِ کمالیہ کو متضمن ہیں یا انداز محبوبانہ۔ برخلاف دوسرے انبیاء کے کہ باوجود ان کی جلالتِ شان کے نام ہی کے ساتھ خطاب کیا جیسا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے پر ظاہر ہے۔

یا آدم است باپدر انبیا خطاب
یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ خطاب محمد است

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے اس کو میں کچھ وضاحت کے ساتھ بیان کرتا لیکن چونکہ یہ ایک علمی بحث ہے عوام کو فائدہ نہ دے گی اس لئے اس کے لئے معذور ہوں لیکن اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ بجائے علم یعنی بجائے نام کے، خاص اوصاف ہی کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ندا مقصود ہے وہاں نعت بھی ایک مقصود اصلی ہے ؂

بادصافش رسیدن کے تواند انبیاؑ او را
کہ تا نعتش نمی گوید نمی خواند خدا او را

یہاں سے مجھے صرف یہی بتلانا تھا کہ انسان کو چونکہ قوتِ مدرکہ عطا فرمادی گئی ہے اس لئے ان کا امتحان لیا گیا ہے کہ دیکھیں انسان اس قوت سے کام لے کر کیوں کر میرے محبوب کی عظمت کو قلب میں جگہ دیتے ہیں۔

(ج)

اب رہے مخلوق میں وہ افراد جن کو قوتِ مدرکہ عطا نہیں کی گئی تو ان کے قلوب میں تو بلاواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان اور عظمت و اطاعت پیوست کردی گئی ہے۔ ایسے افراد عالمِ علوی کے ہوں، خواہ عالمِ سفلی کے، سب میں یہ مادہ موجود ہے۔ چناں چہ

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ نے سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانور بھی آپ کو جانتے ہیں" ارشاد فرمایا، سوائے کافر انسان و جنات کے سب مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں"۔ عالم علوی کے بڑے افراد چاند و سورج شمار کئے جاتے ہیں جن کا یہ حال ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ "میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبوت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کیطرف جدھر اشارہ کرتے ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا۔" آپ نے فرمایا کہ "میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا اس طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا۔"

یہ تو تھا آپ کے بچپن کا حال اور جوانی کے زمانے کا حال تو خود قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر:۱)

یعنی نزدیک ہوئی قیامت اور پھٹ گیا قمر۔

جس کا واقعہ حدیثوں میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ قبل ہجرت کے مکہ معظمہ میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔" فرمایا "اگر میں ایسا کر دوں تو تم ایمان لاؤ گے؟" انہوں نے کہا کہ "ہم ایمان لے آئیں گے۔" آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے ہو گئے کہ جبلِ حرا ان دونوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر فرمایا کہ "او فلانے فلانے دیکھ لو اور گواہ رہو۔" لیکن جس کی قسمت میں جہنم ہی لکھی ہو وہ کیا ایمان لا سکتا تھا۔ کہنے لگے کہ "یہ تو سحر ہے"۔ ابوجہل نے کہا "اگر یہ سحر ہے تو تم ہی پر تو ہو گا، سارے زمین والوں پر تو نہیں ہو سکتا۔" دوسرے شہر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی بیان کیا

کہ ہم نے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا۔[1]

اب آفتاب کی حکم برداری ملاحظہ فرمائیں۔ موضع صہبا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی جس کی وجہ سے سخت بے چین تھے۔ لیکن یہ بھی ناگوار تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو دریافت فرمایا کہ "تم نے نمازِ عصر پڑھ لی؟" عرض کیا "نہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کی طرف اشارہ کیا۔ اسماء بیان کرتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ آفتاب لوٹ آیا، یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ مولینا احمد رضا خاں صاحب نے اسی واقعہ کی طرف اپنے بعض اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے — اور حفظ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز — پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

---

[1] چاند کے متعلق جدید انکشافات سے شاید بعض حضرات معجزۂ شق القمر کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں مگر نہیں عین ممکن ہے کہ یہ انکشافات اس معجزے کے لئے بعض شواہد مہیا کر دیں۔ یہ مہتم بالشان معجزہ ہے جس کا قرآن کریم نے بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے۔ عہدِ نبوی کی ہندوستان کی دینی کتب میں بھی اس معجزے کا ذکر ملتا ہے۔ جس کو حضرتِ مولانا رکن الدین شاہ الوری نے شرح و بسط کے ساتھ اپنی تالیف "توضیح العقائد" (مطبوعہ دہلی) میں بیان فرمایا ہے۔ (مسعود)

ان اشعار میں ایک معجزہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر غارِ ثور میں گئے تو دیکھا کہ جا بجا اس میں سوراخ ہیں اس خیال سے کہ کوئی جانور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دے، اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کر دیا۔ ایک سوراخ باقی رہا تو اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بلا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ اس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر کے انگوٹھے پر ملا مگر یہ جاں نثار کب اس کی سنتے تھے، اس خیال سے کہ جان جائے لیکن محبوب کے آرام میں خلل نہ آئے، پیر نہ اٹھایا، مجبوراً اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو یہ واقعہ معلوم کر کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لعابِ دہن لگا دیا، فوراً سکون آ گیا۔ لیکن ہر سال وہ زہر عود کرتا، آخر اسی سے شہادت پائی۔

عمرو بن العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں بوقتِ ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھی تو جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب ہو گئے تھے اور لٹک آئے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ اب یہ زمین پر گر پڑیں گے۔

اب ذرا آسمان سے نیچے کا سماں ملاحظہ کیجئے۔ ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہوا جا رہا ہے اور ہماری عیال بھوکوں مر رہی ہے، مینہ طلب فرمائیں۔" آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت ابر کے کسی ٹکڑے کا بھی نشان نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابھی آپ ہاتھ رکھنے نہ پائے تھے کہ بادل ہر طرف سے پہاڑوں کی مانند گھر آئے اور آپ ابھی منبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرات گرنے لگے۔ سو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو

پھر کسی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان گر رہے ہیں، مال ڈوبا جا رہا ہے۔" آپ نے پھر دونوں دست مبارک اٹھائے اور فرمایا کہ "ہمارے گرد برسے نہ ہم پر۔" اب جدھر آپ نے اشارہ فرمایا ادھر ہی سے ابر کھل گیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پر تو پانی بالکل موقوف ہو گیا اور اطراف میں برستا رہا۔ اطراف سے جو لوگ آتے تھے مینہ کی کثرت بیان کرتے تھے۔ اس معجزے میں پانی اور ہوا دونوں کی اطاعت ظاہر ہے۔

اب اور پیچھے آئیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اطراف مکہ کی طرف نکلے، سو میں نے دیکھا کہ جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبل اُحد پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال کی برداشت نہ لا کر پہاڑ تھرتھرانے لگا۔ آپ نے پائے مبارک مارا اور فرمایا کہ "او اُحد ٹھہر تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔" اس معجزے میں جہاں پہاڑ کی اطاعت پر روشنی پڑتی ہے وہاں غیب کی خبر پر بھی کہ عثمان و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی بتلا دیا کہ یہ دونوں شہید ہونے والے ہیں۔

اب اور پیچھے آئیے۔ جب مکہ معظمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سراقہ بن مالک نے آپ کا پیچھا کیا اور سراغ لگاتا ہوا آپ کے قریب پہنچ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "ہمیں ایک شخص نے آلیا۔" فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ : ۴۰)

"تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ:

یا ارض خذیہ

"اور زمین اس کو پکڑ لے"

اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ چلایا کر "مجھے نجات دیجئے، میں تمہارے طلب کرنے والوں کو بھی پھیر دوں گا۔" اور اس پر اس نے قسم کھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اس نے نجات پائی۔ اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے مقابل آپ دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ اس معجزے میں رحمت کا پورا منظر نظر آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قارون کمال زاری و عاجزی کرتا رہا لیکن انہوں نے کچھ رحم نہ کیا۔ اسی جہت سے وحی نازل ہوئی کہ "موسیٰ (علیہ السلام) تم سے قارون نے کس قدر زاری اور عاجزی کی مگر تم اس کے دھانے پر ہی جمے رہے۔ میری جناب میں اگر ایک مرتبہ بھی عرض کرتا تو میں اس کو نجات دے دیتا۔" اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے پر نظر ڈالیں کہ سراقہ نے ادھر عاجزی کی اور ادھر رحمت جوش میں آئی اور اس کو اس عذاب سے نجات دے دی بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تین مرتبہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ جب اس نے زاری کی نجات دے دی اور جب اس نے کچھ شرارت کرنی چاہی، دھنسا دیا۔ کیا آپ کو کوئی ایسا کریم نظر آتا ہے کہ بار بار خطائیں کرنے پر چھوڑ تا رہے۔

اب آئیے دیکھئے پانی پر کیسی حکومت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کثرت دریا بہائے ہیں۔ کھاری کنوؤں کو میٹھا بھی کیا ہے۔ یہاں یہ بتلا دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکومت کا کچھ حصہ اپنے غلاموں کو بھی عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ مصر جب فتح ہوا تو لوگوں نے وہاں کے حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا "دریائے نیل کی یہ عادت ہے کہ جب تک ہر مہینہ ہم ایک کنواری (لڑکی) کا بھینٹ نہیں چڑھاتے، یہ جاری نہیں ہوتا۔" آپ نے فرمایا کہ "اب اسلام میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔" چنانچہ جب ایسا نہ کیا گیا تو وہ تین ماہ تک جاری نہ ہوا۔ لوگ جب تنگ ہوئے اور شہر چھوڑنے پر آمادہ

ہوئے تو عمرو بن عاص نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی حضرت نے ان کو ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ "اسے رودِ نیل میں ڈال دو"۔ اس میں تحریر فرمایا تھا:۔

"عمر کی طرف سے۔ او رودِ نیل! اگر تو اپنے آپ جاری ہوتا ہے تو جاری نہ ہو اور اگر واحد قہار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو جاری اُس ہی سے شکایت ہے کہ وہ تجھے جاری کر دے"۔

چنانچہ جس رات عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ ڈالا، اُسی رات وہ جاری ہو گیا۔

اب نظر کیجئے شجر اور پتھروں کی جانب۔ ایک جہاد کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "دیکھو کہیں درخت یا پتھر ہیں"۔ انہوں نے عرض کیا۔ "ہاں"۔ فرمایا "جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم کرتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ"۔ سو وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے جا کر کہا تو خدا کی قسم! یک دم درخت قریب ہو کر ایک جگہ مل گئے اور پتھر بھی مل کر مثل دیوار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے بیٹھ کر قضائے حاجت کی۔ جب فارغ ہوتے تو فرمایا "ان سے کہہ دو کہ اب یہ حکم ہے کہ علیحدہ ہو جاؤ"۔ وہ کہتے ہیں کہ "خدا کی قسم میرا یہ کہنا تھا کہ وہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے"۔

اب آگ کی طرف توجہ کیجئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک مرتبہ مہمان آئے، خادم جب دسترخوان لائی تو وہ نہایت میلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خادمہ سے فرمایا کہ "اس کو تنور میں ڈال دو"۔ چنانچہ اس نے تنور میں ڈال دیا۔ مہمانوں کو بڑی حیرت ہوئی اور اس انتظار میں رہے کہ اب اس کو لو اٹھتی ہے اور دھواں نکلے گا مگر وہاں نہ لو اٹھی اور نہ دھواں نکلا۔ کچھ دیر کے بعد تنور میں سے دسترخوان نہایت سپید میل کچیل سے پاک نکلا، مہمان حیران رہ گئے۔ دریافت کیا کہ "اے انس! یہ کیا معاملہ ہے آگ نے اس کو جلایا نہیں؟" فرمایا کہ "یہ کیسے جل سکتا تھا۔ اس دسترخوان سے تو میرے آقا

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک اور دہن شریف پونچھے تھے تو آگ کی کیا مجال کہ اس پر اثر کر سکے؟

حضرت مولانا رومؒ رحمۃ اللہ علیہ اس معجزے کو مثنوی شریف میں لکھ کر فرماتے ہیں ۔

ای دل ترسندہ از نار و عذاب
با چناں دست و لبے کن اقتراب
چوں جمادی را چنیں تشریف داد
جانِ عاشق را چہا خواہد گشاد

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم
رشتۂ ما یک تولائیش بس است
چشمِ ما را کیفِ صہبائیش بس است
مستیٔ او تا بخونِ ما دوید
کہنہ را آتش زد و نو آفرید
عشقِ او سرمایۂ جمعیت است
ہمچو خوں اندر عروقِ ملت است

(اقبالؔ: «اسرارِ بیخودی» ص ۱۹۰)

نوٹ: یہ تقریر آخر میں کچھ نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ مسودے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا، نقل کر دیا گیا، ممکن ہے کہ کسی دوسرے مسودے میں اس تقریر کو مکمل فرمایا ہو۔ (مسعود)

ادارۂ مسعودیہ کی کتب ملنے کے پتے

۱۔ ادراۂ مسعودیہ

۲/۵،۶۔ ای ناظم آباد، کراچی۔ فون 6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔

ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم۔اے، جناح روڈ،

عیدگاہ کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ فرید بک اسٹال

38۔ اردو بازر، لاہور، فون: 042-7224899-7312173

۴۔ ضیاء القرآن

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 2630411-2210212

۵۔ مکتبہ غوثیہ

پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵

فون: 4910584-4926110

۶۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم

کڈھالہ (مجاہدہ آباد)، آزاد کشمیر براستہ گجرات، اسلامی جمہوریہ پاکستان

IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
ادارۂ مسعودیہ۔ کراچی
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan
Designed by AL-HADI GRAPHICS 0300-2196467